پروپیگنڈا اور ذرائع ابلاغ

سیرت رسولؐ کی روشنی میں

حبیب الرحمٰن چترالی○

پروپیگنڈا دراصل نفسیاتی جنگ کا ہتھیار ہے۔ دشمن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پروپیگنڈے کے ذریعے خوف اور ہیجان کی کیفیت پیدا کر کے فرد یا اجتماع کے رویّے میں حسب خواہش تبدیلی لائے۔ ذہنی تناؤ کی اس کیفیت کو انگریزی میں نفسیاتی جنگ (psychological warfare) اور جدید عربی اصطلاح میں ''الحرب النفسیۃ'' کہا جاتا ہے (اسلام اور ذرائع ابلاغ' استاد فہمی قطب الدین النجار' ترجمہ: ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی' ص ۴۴)۔ اس جنگ میں توپ و تفنگ استعمال نہیں ہوتے بلکہ یہ جنگ ذرائع ابلاغ کے ذریعے لڑی جاتی ہے۔ دنیا میں پروپیگنڈے پر خوب رقم خرچ کی جاتی ہے اور اس سے وہ نتائج حاصل کیے جاتے ہیں جو عملی جنگ سے حاصل نہیں ہوتے۔ پروپیگنڈے کی غرض و غایت مدِمقابل کو ذہنی شکست سے دوچار کر کے اس کے حوصلے پست کرنا ہوتا ہے (ابلاغ عام' مہدی حسن' ص ۱۵۴' مکتبہ کارواں' لاہور)۔ پروپیگنڈے کی تہہ میں نظریاتی' معاشی اور سیاسی مفادات اور احساسِ کمتری پیدا کرنے کے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ ایک بھرپور جنگ ہوتی ہے مگر آتشیں اسلحے کے بغیر لڑی جانے کے سبب اس کو ''سرد جنگ'' یعنی cold war کا نام دیا جاتا ہے۔ پروپیگنڈا بذات خود اچھا یا برا نہیں ہوتا' مقاصد اور طریقہ کار کا حسن و قبح اِسے مثبت یا منفی بنا دیتا ہے۔

اگرچہ پروپیگنڈے کی اصطلاح ۱۶۲۲ء میں پہلی دفعہ ایک عیسائی مشن کے لیے استعمال ہوئی جو روم سے باہر تبلیغی مقاصد کے لیے گیا تھا اور وہاں کی حکومت ان عیسائیوں کے مخالفانہ خیالات کی تشہیر سے خائف تھی' تاہم مذہبی حوالے سے بھی پروپیگنڈے کا وجود نہایت قدیم اور ازلی ہے۔ شیطان نے پروپیگنڈے کے

○ پروڈیوسر حالات حاضرہ' پی ٹی وی' اسلام آباد

ہتھیار سے حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی حوا کو اُس شجر ممنوعہ سے پھل کھانے پر آمادہ کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں منع فرمایا تھا۔

پروپیگنڈا اور نفسیاتی جنگ کے مختلف حربے

پروپیگنڈے اور نفسیاتی جنگ کے شواہد قبل از اسلام تاریخ میں ملتے ہیں۔ قبائل کے سرداران اور عمائدین دشمنوں میں فتنہ انگیزیاں کرنے' آپس میں پھوٹ ڈالنے' دوسروں کے لیے خود کو پرہیبت اور طاقت ور ظاہر کرنے کے لیے متعدد حیلے اور طریقے استعمال کرتے تھے۔

انبیا علیہم السلام کے خلاف' جو اللہ کی طرف سے خبر پہنچانے اور رسالت پر مامور تھے' پروپیگنڈے کا حربہ بنی اسرائیل نے اپنایا۔ کفار و فجار کی طرف سے پیغام ربانی کو بے اثر کرنے کے لیے نفسیاتی حربوں کے آثار تاریخ میں ملتے ہیں اور قرآن جگہ جگہ اقوامِ سابقہ کی اِن افترا پردازیوں کی وضاحت کرتا ہے۔ خود جزیرہ عرب کے اندر مشرکین' یہود اور منافقین نے خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبردست نفسیاتی جنگ برپا کر رکھی تھی۔ منفی پروپیگنڈے' آیات الٰہی کی تکذیب اور دھمکیوں کا ایک طوفان تھا۔ حضورؐ اور اُن کے صحابہؓ کو خوف زدہ کرنے اور لالچ دینے کے لیے مختلف اسلوب اختیار کیے گئے۔

- شعب ابی طالب میں حضورؐ اور ان کے خاندان کو محصور کرنا اور معاشرتی اور معاشی بائیکاٹ کی حالت میں تین سال تک زندگی گزارنے پر مجبور کرنا' اسی نفسیاتی جنگ کا ایک گھناؤنا حربہ تھا۔
- قرآن کے موثر پیغام کو نہ سننا اور ڈھولکیوں' باجوں اور مزامیر کی تفریح گاہیں منعقد کر کے قرآن کے پیغام کو مشتبہ اور غیر اہم بنانا منکرین حق کے پروپیگنڈے کا حصہ تھا جس کی طرف قرآن نے یوں اشارہ فرمایا:

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ (حٰمٓ السجدة ۴۱:۲۶)

یہ منکرین حق کہتے ہیں "اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو شاید کہ اسی طرح تم غالب آ جاؤ"۔

- تجارتی میلے اور جشن منانا بظاہر تفریح اور اشتہار بازی تھی مگر اس کی تہہ میں سازش اللہ کے رسولؐ کو تنہا کرنا تھا۔ یہ پروپیگنڈے بسا اوقات نتیجہ خیز ہوتے تھے۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ (الجمعه ۶۲:۱۱)

اور جب انھوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمھیں کھڑا

چھوڑ دیا۔ ان سے کہو' جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

● شعروشاعری اور سخن گوئی عربوں کا اہم ابلاغی ذریعہ تھا۔ عرب بڑے فصیح اللسان تھے۔ پیغام رسالتؐ کے خلاف پروپیگنڈے کے لیے اس میڈیا کو بھی بھرپور استعمال کیا گیا۔ کعب بن اشرف ایک متمول یہودی اور مشہور شاعر تھا۔ وہ حضورؐ کی شان میں توہین آمیز ہجو کہتا تھا اور مخالفین کو اُکساتا تھا۔ جنگ بدر میں قریش کی شکست کے بعد مکہ جا کر مسلمانوں کے خلاف خوب شعروشاعری کی اور کشتگانِ بدر کے مرثیے لکھے جن میں انتقام لینے کی تحریص و ترغیب تھی۔ جب واپس مدینہ آیا تو شاعری کے ذریعے لوگوں کو آنحضرتؐ کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔ (سیرۃ النبیؐ' علامہ شبلی نعمانی' ج ۱' ص ۴۰۶' طبع چہارم' مطبع سعیدی قرآن محل' کراچی)

علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں: ''عربوں میں شاعری کا وہ اثر تھا جو آج یورپ میں بڑے بڑے دانش وروں کی تقریروں اور نامور اخبارات کی تحریروں کا ہوتا ہے'' (ایضاً)۔ جب نظام ابلاغ اسلامی نے باطل کے پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کا فیصلہ کیا تو راے عامہ سے اسلام کے خلاف منفی اثرات کو ختم کرنے اور مثبت اثرات مرتب کرنے میں حضرت حسانؓ بن ثابت' حضرت عبداللہؓ بن رواحہ' کعبؓ بن مالک' حضرت ثابتؓ بن قیس نے وہ اہم کردار ادا کیا جو آج کل کے مسلم صحافیوں کے لیے نمونہ ثابت ہو سکتا ہے۔

کفار اور مشرکین نے اپنے آبا و اجداد کے دین پر تعصب اور ناحق طرف داری کے سبب نہ صرف آسمانی صداقت اور بے لاگ حقیقت کو ٹھکرا دیا بلکہ اس کو اپنے جھوٹے پروپیگنڈے کی بھینٹ چڑھانے کی اَن تھک کوشش کی۔ حق و باطل کے ابلاغ میں اُس دَور کے ماہرین ابلاغ کی مسابقت کی کوششیں برابر جاری رہیں مگر غلبہ بالآخر حق اور صداقت کا ہوا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون اپنے ''مقدمہ'' میں لکھتے ہیں:

''دورِ اسلامی کے شعراے عرب کا کلام بلاغت و فصاحت میں شعراے جاہلیت کے کلام سے کیوں بلند اور ارفع ہے؟ نظم کی طرح نثر میں بھی یہی حال ہے۔ اسی لیے حسان بن ثابتؓ' عمر بن ابی ربیعہ' حطیہ' جریر' فرزدق' نصیب' عیلان' ذی الرمہ' احوص' بشار کے اشعار' خطبات اور عبارات و محاورات (یعنی صحافت اور ادب) کا پلّہ نابغہ' عنترہ' ابن کلثوم' زہیر' علقمہ بن عبدہ' طرفہ بن العبد کے کلام سے بہت اونچا ہے۔ صاحب نظر شخص کا ذوقِ سلیم خود اس فرق کو محسوس کر لیتا ہے۔ اس حقیقت کی وجہ یہ ہے کہ دورِ اسلامی کے ماہرین ابلاغ کو خوش قسمتی سے قرآن و حدیث کے معجزانہ کلام کا اسلوب سننے کا اتفاق ہوا اور اُن کی طبائع میں یہ اسلوب رچ بس

گیا۔اس لیے وہ آسمانِ بلاغت کے ستارے بن کر چمکے''۔(مقدمہ ابن خلدون' ترجمہ: مولانا سعد حسن خان' ۴۹ ویں فصل' مطبع جاوید پریس' آرام باغ' کراچی)

یہود کی سازشیں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے خلاف یہودیوں کے پروپیگنڈے کے سبب قریش کا جوشِ انتقام اس حد تک بھڑک اُٹھا کہ قریش نے بنونظیر کو پیغام بھیجا کہ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دو ورنہ ہم خود آ کر تمھارا استیصال کر دیں گے''۔(سیرت النبیؐ از مولانا شبلی نعمانی' ج ۱' ص ۴۰۹)

ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں: کعب بن اشرف یہودی کفارِ قریش کے مشرکوں کے پاس گیا اور ان کو نبیؐ کے خلاف ہمت دلائی اور اُن کو آمادہ کیا کہ وہ آپؐ کے خلاف جنگ کریں۔(تفسیر ابن جریر الطبری' ج ۵' ص ۷۹)

جہاں تک کعب کے پروپیگنڈے کا تعلق تھا تو صحابہؓ اور شاعرہ صحابیاتؓ نے اشعار ہی میں ان کے جوابات دیے۔مگر اس یہودی نے عین اس وقت جب جنگ بدر کی آگ ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی دوبارہ جنگ کی آگ بھڑکانے کی علانیہ سازشیں شروع کر دیں اور مکہ جا کر قریش کو آمادۂ جنگ کیا۔اس پر حضورؐ نے اذنِ الٰہی سے مداخلت کی اور کعب بن اشرف کو قتل کر دیا گیا۔(تاریخ ابن ہشام' ج ۲' ص ۵۲-۶۰)

اس واقعہ کے بعد یہودی قبائل سخت مرعوب ہو گئے۔پروپیگنڈے اور افواہوں کے پھیلانے میں یہودیوں اور قریش مکہ کے ساتھ مدینہ کے منافقین بھی پیش پیش تھے۔بنونظیر کو جب حضورؐ نے مدینہ سے جلاوطن کیا تو دوسرے یہودی قبیلہ بنوقریظہ نے بنونظیر کا ساتھ نہیں دیا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ بنونظیر اپنے آپ کو اونچی ذات کے یہودی تصور کرتے تھے اور اپنے مقتولوں کا پورا خون بہا لیتے تھے' جب کہ بنوقریظہ کے مقتول کی دیت آدھی ہوتی تھی۔آنحضورؐ نے بنوقریظہ پر یہ احسان کیا کہ دیت اور دوسرے معاملات میں ان کو بنونظیر کے برابر قرار دیا۔مدینہ کے منافقین نے بنونظیر کی جلاوطنی کے وقت اُن کو پیغام بھیجا کہ عبداللہ بن ابی دو ہزار آدمیوں کے ساتھ اُن کی امداد کرے گا۔قرآن نے یہود اور منافقین کی اس گٹھ جوڑ کی طرف اِن الفاظ میں اشارہ کیا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ (الحشر ۵۹:۱۱)

تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنھوں نے منافقت کی روش اختیار کی ہے؟ یہ اپنے کافر اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں ''اگر تمھیں نکالا گیا تو ہم تمھارے ساتھ نکلیں گے' اور تمھارے معاملے میں ہم

کسی کی بات ہرگز نہ مانیں گے' اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے"۔

کفر کی اس ملّت واحدہ کا اہل ایمان کے خلاف درپردہ سازشوں کا سلسلہ عرصے سے جاری تھا۔ اس لیے منافقین مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے اور پروپیگنڈے کے ذریعے بدگمانیاں پھیلانے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے تھے حالانکہ بنونظیر کا حضورؐ نے جب محاصرہ کیا تو یہودیوں نے منافقین کی مدد کا انتظار کیا مگر عبداللہ ابن ابی اپنے گھر میں دبک کر بیٹھ گیا۔ سلام بن مشکم اور کنانہ نے حیؔ بن اخطب سے پوچھا' بتاؤ بھائی! کہاں ہے ابن ابی اور کہاں ہیں اس کی فوجیں اور اس کے حلیف؟ حیؔ نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "ہماری تقدیر میں یہ جنگ اور بربادی لکھی تھی' اس سے اب کوئی مفر نہیں" (ضیاء النبیؐ' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۳' ص ۶۰۶' ضیا القرآن پبلی کیشنز' لاہور)۔ بنونظیر کی جلاوطنی کا واقعہ غزوۂ احد کے بعد وقوع پذیر ہوا' جب کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے درمیان ۳۸۰ دن کا فصل ہے۔ جنگ بدر ۱۷ رمضان ۲ھ بمطابق ۱۵ مارچ ۶۲۴ء کو لڑی گئی تھی اور اُحد کے میدان میں حق و باطل کا معرکہ ۱۵ شوال ۳ھ بمطابق ۳۱ مارچ ۶۲۵ء کو پیش آیا تھا (الامین صلی اللہ علیہ وسلم' محمد رفیق ڈوگر' ج ۲' ص ۳۸۳)۔ غزوۂ احد کے دوران یہ افواہ پھیلائی گئی تھی کہ رسولؐ اللہ قتل کر دیے گئے۔ حضرت انسؓ بن نضر نے اس مخالفانہ پروپیگنڈے کے جواب میں یہ موقف اختیار کیا: پھر زندگی کا فائدہ کیا؟ اور بے جگری سے لڑ کر شہید ہوئے۔

اصطلاحات اور طنزیہ الفاظ

پروپیگنڈے اور نفسیاتی جنگ کے دوران منافقین مختلف اصطلاحات اور طنزیہ الفاظ کا سہارا لیتے تھے۔ ان میں سے ایک اصطلاح انصار کے لیے "عزت دار" (اعز) اور مہاجرین کے لیے "ذلیل" یعنی (اذل) کی اصطلاح وضع کی گئی۔

شعبان ۶ھ میں حضورؐ کو بنی المصطلق کی جنگ کے لیے تیاریوں کی اطلاع ملی۔ ایسی اطلاعات کی بروقت وصولی کے لیے حضورؐ خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ خبر ملتے ہی حضورؐ ایک لشکر لے کر اُن کی طرف روانہ ہوئے تاکہ فتنے کو سر اُٹھانے سے پہلے ہی کچل دیا جائے۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق مریسیع کے مقام پر آنحضرتؐ نے اچانک دشمن کو جا لیا اور تھوڑے سے مقابلے کے بعد پورے قبیلے کو مال و اسباب سمیت گرفتار کر لیا۔ ابھی لشکر اسلام مریسیع کے مقام پر ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ ایک روز حضرت عمرؓ کے ایک ملازم جہجاہ بن مسعود غفاری اور قبیلۂ خزرج کے ایک حلیف سنان بن وبر جہنی کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ ایک نے انصار کو پکارا تو دوسرے نے مہاجرین کو آواز دی۔ دو گروہوں کے درمیان لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی خزرجی نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے بات کا بتنگڑ بنایا اور

انصار کو یہ کہہ کر بھڑکانا شروع کر دیا: ''یہ مہاجرین ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں اور ہمارے حریف بن بیٹھے ہیں۔ ہماری اور ان قریشی کنگلوں کی مثال ایسی ہے کہ ''کتے کو پال تا کہ تجھی کو بھنبھوڑ کھائے'' --- یہ سب کچھ تمھارا اپنا کیا دھرا ہے۔ تم ہی لوگوں نے ان کو اپنے ہاں لا بسایا اور مال و جایداد میں حصے دار بنایا۔ آج اگر تم ان سے ہاتھ کھینچ لو تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں۔ پھر اُس نے قسم کھا کر کہا: ''مدینے واپس پہنچنے کے بعد جو ہم میں سے عزت والا ہے وہ ذلیل لوگوں کو نکال باہر کرے گا''۔

قرآن نے اُن کی اس گفتگو کی شہادت دی:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط (المنفقون ۶۳:۸)

یہ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ واپس پہنچ جائیں تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں اس پروپیگنڈے کا جواب دیا، فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (المنفقون ۶۳:۸)

حالاں کہ عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔

یہ بھی فرمایا گیا:

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ط (المنفقون ۶۳:۷)

یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ کے ساتھیوں پر خرچ کرنا بند کر دو تا کہ یہ منتشر ہو جائیں۔

نفسیاتی دباؤ

اس پروپیگنڈے کے پس منظر میں مسلمان مہاجرین کا معاشی مقاطعہ اور اُن کو دیوالیہ کرنا مقصود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بڑائی اور کمتری، عزت اور ذلت کے جس تصور کا ابلاغ منافقین کر رہے تھے اور انصار کی معاشی بالادستی اور مہاجرین کی مالی احتیاج کا جس انداز سے اپنے پروپیگنڈے کے ذریعے استحصال کرنا چاہتے تھے، اس کے پس پردہ محرکات نہایت شرانگیز تھے۔ اُن کے نزدیک اللہ اور اس کے رسُولؐ پر ایمان کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ جس کے لیے معاشی مفادات کو داؤ پر لگا دیا جائے۔ ان کا مطمح نظر دنیوی آسایش اور بہتر ''معیار زندگی'' تھا۔ وہ ''ترقی یافتہ'' کو عزت دار اور معزز اور غربت کے مارے ہوئے غریب یا ''ترقی پذیر'' افراد کو ذلیل اور کم تر تصور کرتے تھے اور دو مسلمانوں کی چپقلش سے فائدہ اٹھا کر منافقین اپنے پروپیگنڈے کے ذریعے اہل ایمان کو بہت بڑے فتنے سے دوچار کرنا چاہتے تھے اور مہاجر مسلمانوں کو ذلیل اور کمتر کے القاب سے نواز کر

معاشی پس ماندگی کے سبب احساسِ کمتری میں اُن کو مبتلا کرنا مقصود تھا۔

وہ اس نفسیاتی جنگ کے حربے کے ذریعے مسلمانوں کو نفسیاتی دباؤ میں رکھنا چاہتے تھے۔ ان منفی عزائم کے باوجود منافقین کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ جب حضرت زید بن ارقمؓ نے سن کر یہ باتیں حضورؐ کو بتا دیں تو منافقین نے حضرت زید بن ارقمؓ کو جھوٹا قرار دیا اور کہا کہ زیدؓ ذاتی دشمنی کی بنیاد پر یہ افواہ پھیلا رہے ہیں۔ خود ان کے اخلاقی دیوالیہ پن کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے منفی عزائم کو درپردہ رکھ کر حضرت زیدؓ کی حقیقت بیانی کو ڈِس انفارمیشن' افواہ اور جھوٹا پروپیگنڈا قرار دینا چاہتے تھے۔ مگر اللہ نے اصل حقیقت کا پردہ اس آیت سے چاک کر کے رکھ دیا اور اُن کے اپنے الفاظ دہرا کر منافقین کے اس راز کو فاش کر دیا جس کو وہ چھپانا چاہتے تھے۔ اس پر حضورؐ نے حضرت زید بن ارقمؓ سے کہا کہ اللہ نے تیری سچی خبر کی تصدیق کر دی ہے۔ اس طرح حضرت زیدؓ کا وہ ذہنی دباؤ بھی ختم ہو گیا جو ہر سچے رپورٹر یعنی راوی کو اُس کی سچی خبر کو جھٹلانے پر ہوا کرتا ہے۔

یوں صدق کے علم بردار پیغمبر صادق اور ان کے پیروکاروں کو ہر قسم کی جسمانی اور ذہنی تعذیب و تکذیب سے گزارا گیا تا کہ سچ اور سچائی کے پیغام کو پھیلنے نہ دیا جائے مگر اللہ کا فیصلہ تھا کہ سچائی کی روشنی کو ظالموں کی افواہوں اور پروپیگنڈے سے روکا نہیں جا سکے گا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ط وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (الصف ۶۱: ۷-۸)

اب بھلا اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھے حالانکہ اسے اسلام (اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دینے) کی دعوت دی جا رہی ہو؟ ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں' اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

تشدد سے اجتناب

منافقین اور خاص طور پر عبداللہ بن ابی ابن سلول کی بیچ حرکت کا پول کھلنے کے بعد حضرت عمرؓ بے تاب ہو گئے اور حضورؐ سے اجازت مانگی کہ منافق کی گردن اڑا دیں۔ آپؐ نے فرمایا: اے عمرؓ! کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری' ص ۷۲۸)

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ افواہ سازی کے جرم میں دین کسی کے خلاف پر تشدد کارروائی کی اجازت نہیں دیتا' چاہے پس پردہ منافقین طشت از بام ہی کیوں نہ ہوں۔ حکمت عملی کے لحاظ سے بھی پروپیگنڈے کا

پرتشدد جواب دینے سے اُن مقاصد کی تکمیل کی راہ ہموار ہوتی ہے جو افواہ کی تہہ میں کارفرما ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ رئیس المنافقین کے فرزند حضرت عبداللہؓ نے' جو ایک مخلص مسلمان تھے' حضورؐ کے پاس آکر گزارش کی کہ ''اگر آپؐ اجازت دیں تو میں خود ہی اپنے باپ کا کام تمام کردوں؟'' تو آپؐ نے اطمینان دلایا کہ قتل کے بجائے میں اُس پر مہربانی کروں گا۔ یہاں تک کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول مر گیا تو حضورؐ نے اس کے جنازے میں شرکت کی اور جنازے پر ڈالنے کے لیے اپنی چادر پیش کردی (تفہیم القرآن ' جلد۲' ص ۲۲۰)۔ یہ اُن لوگوں کے ساتھ رحمت للعالمینؐ کا سلوک تھا جو دعویٰ ایمان میں سچے اور مخلص نہ تھے اور آپؐ کو اذیت پہنچاتے رہے۔

ذاتیات پر حملہ

تہمت' پروپیگنڈے اور افواہ سازی کی بدترین کارروائی جو آنحضرتؐ کے خلاف کی گئی وہ افسانۂ افک تھا جو غزوہ بنی المصطلق کے سفر کے دوران پیش آیا۔ منافقوں کے سرغنہ عبداللہ بن اُبی کو پروپیگنڈے کا یہ زریں موقع ہاتھ آیا اور اس نے حضرت عائشہؓ اور حضرت صفوانؓ پر بدکاری کی تہمت لگائی' اور حسد اور نفاق کی چنگاری سے افواہوں کی آگ خوب بھڑکائی۔ جب حضورؐ مدینہ آئے تو تہمت تراشوں نے خوب جم کر پروپیگنڈا کیا۔ جھوٹ اور افواہ کس تیزی سے پھیلتی ہے' اس کا اندازہ واقعہ افک سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس افواہ اور تہمت کی بازگشت سے مسلم معاشرے میں ہلچل مچ گئی اور کئی مخلص مسلمان بھی جھوٹ اور پروپیگنڈے کے اس زور سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس جھوٹ کا مصنف عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھ زید بن رفاعہ تھا جو یہودی منافق کا بیٹا تھا' مگر اس سے متاثر ہونے والے مخلص مسلمانوں میں حضرت مسطحؓ بن اثاثہ، حضرت حسانؓ بن ثابت اور حضرت حمنہؓ بنت جحش پیش پیش تھے۔ اس بے بنیاد خبر سے عام مسلمانوں اور خود آنحضورؐ کو سخت ذہنی کوفت ہوئی۔ آپؐ خاموش تھے اور وحی کے منتظر تھے مگر دیر تک وحی نہ آئی۔

ام المومنین کے خلاف یہ جھوٹی خبر اس انداز سے پھیلائی گئی کہ مسلم معاشرے کی رائے عامہ بدظن ہونے لگی تھی۔ اس لیے حضورؐ نے سروے کے طور پر چند مرد اور چند خواتین کی رائے معلوم کرنا چاہی۔ اس افک کے پھیلانے میں بدقسمتی سے زوجۂ رسولؐ حضرت زینبؓ بنت جحش کی بہن حضرت حمنہؓ بنت جحش بھی ملوث تھیں۔ اس لیے آنحضورؐ نے حضرت زینبؓ سے بھی دریافت کیا ''تمھاری کیا رائے ہے؟ تمھاری معلومات کیا ہیں؟ انھوں نے عرض کی: احمی سمعی وبصری واللّٰہ ما علمت علیھا الا خیرا' میں اپنے کانوں اور آنکھوں (یعنی سمع و بصر) کی حفاظت کرتی ہوں۔ خدا کی قسم میں عائشہؓ کے بارے میں خیر ہی خیر جانتی ہوں (تاریخ خمیس ' ج۱' ص ۴۷۷۔ ضیاالنبیؐ' ج ۴' ص ۶۵۲)۔ یہ اُس سوکن کی گواہی تھی

جس کے بارے میں خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ازواج رسولؐ میں سب سے زیادہ زینب سے ہی میرا مقابلہ رہتا تھا۔

اس خلاف حقیقت الزام تراشی پر صحابہ کرامؓ اپنی نجی محفلوں میں بھی گفتگو کرتے تھے' ایک ماہ تک اس خبر کی بازگشت اور اس پر ردّعمل کا اظہار ہوتا رہا' کیونکہ رسولؐ اللہ کی شخصیت اتنی عظیم تھی کہ آپؐ کا فرمان ''اہم ترین خبر'' (breaking news) کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لیے آپؐ کے خلاف خبر کی اشاعت بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی۔

اس واقعے سے سخت کشیدگی پیدا ہوگئی تھی۔ حضرت صفوانؓ نے بقول ابن ہشام' حضرت حسانؓ بن ثابت پر قاتلانہ حملہ کیا مگر حضورؐ نے مصالحت کرا کر معاملہ رفع دفع کر دیا۔ یہ افترا پردازی اور سکینڈل کی خبر اپنی عین فطرت کے مطابق ایک زبان سے دوسری زبان پر چڑھتی اور پھیلتی جا رہی تھی' بالآخر اللہ تعالیٰ نے خود ہی حقیقت حال کھول کر رکھ دی۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں: ''محققین کی رائے کے مطابق حضرت یوسفؑ پر تہمتِ زنا لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیرخوار بچے کی زبان سے آپ کی برأت کی۔ حضرت مریمؑ پر الزام لگایا گیا تو عیسیٰؑ جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے انھوں نے آپ کی برأت کی۔ مگر جب منافقین نے حضرت عائشہؓ کو اپنے پروپیگنڈے اور صریح بہتان کا موضوع بنایا اور ہرزہ سرائی کی جسارت کی تو خود ربّ کائنات نے آپ کی پاکیزگی اور طہارت کی شہادت دی اور سورۃ النور کی ابتدائی ۱۰ آیات جس کا براہِ راست تعلق اس واقعے سے ہے' نازل فرمائیں۔ (سیرت ابن ہشام' ج ۲' ص ۳۰۴)

افواہ یا جھوٹے پروپیگنڈے پر ردّعمل

افک کے معنی قطعی جھوٹ' افترا اور خلاف حقیقت بات ہے۔ اور اگر یہ الزام تراشی کے طور پر بولا جائے تو اس کے معنی سراسر بہتان کے ہوتے ہیں۔ کسی بھی شریف زادی کے خلاف جھوٹے سکینڈل اور منفی پروپیگنڈے کے ردّعمل میں جو آئیڈیل معاشرتی رویّہ ہوسکتا ہے' ایک اسلامی معاشرے میں وہ یہی رویّہ ہے جس کی قرآن نشان دہی کرتا ہے۔ اگر اہل ایمان صبر و تحمل اور حسنِ ظن سے کام لیں اور پروپیگنڈے کی رَو میں بہنے کے بجائے افواہوں کا سدّباب کریں تو خفیہ دشمن وہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتا جو مسلمانوں کو نفسیاتی اُلجھن' افتراق اور آپس کی بدگمانیوں میں مبتلا کر کے اور اُن کا عمومی تاثر خراب کر کے حاصل کرنا چاہتا ہے۔
سورہ النور میں اس واقعے کو غیر معمولی قرار دیا گیا: اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ (النور ۲۴:۱۵) ''(ذرا غور تو کرو اُس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے) جب کہ تمھاری ایک زبان سے دُوسری زبان اِس جھوٹ کو لیتی چلی جا

رہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جا رہے تھے جس کے متعلق تمھیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے' حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی''۔

اس انتباہ کے ساتھ ہی قرآن نے معاً یہ نصیحت بھی کر دی:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ○ یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ○ (النور ۲۴:۱۶-۱۷)

کیوں نہ اسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ''ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا' سبحان اللہ' یہ تو ایک بہتان عظیم ہے''۔ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آیندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا' اگر تم مومن ہو۔

مسلمانوں کے آپس میں حسنِ ظن کی مزید تاکید یوں کی گئی:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ○ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْلَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَاللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ○ (النور ۲۴:۱۲-۱۳)

جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اُسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے؟ وہ لوگ (اپنے الزام کے ثبوت میں) چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں' اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلم معاشرے کے مرد و زن کا آپس میں نیک گمان اور حسنِ ظن ایک ایسی ڈھال ہے جس سے ٹکرا کر تمام بے بنیاد افواہوں اور جھوٹے پروپیگنڈے کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ چاہے پس پردہ مکار دشمن کا سرمایہ' منصوبہ اور وسائل کا زور ہی کیوں نہ ہو۔ اگر مسلمانوں کے نظریاتی دشمنوں کی من گھڑت خبریں اور گمراہ کن افواہیں ہماری زبان اور ہمارے قلم پر نہ چڑھ جائیں تو پھر کیا مجال کہ یہ شر پھیل کر ہمارے دلوں میں کدورتوں اور ہماری صفوں میں انتشار کو جنم دے؟ لہٰذا ہمیں فکر دشمن کی افترا پردازیوں کی نہیں بلکہ اپنے ذرائع ابلاغ کے کردار اور اپنے معاشرتی رویّے کی ہونی چاہیے۔ اسی وجہ سے اسلام نے اسلامی معاشرے پر یہ حکم نافذ کر دیا کہ زنا کی تہمت بذریعہ تقریر و تکلم لگائی جائے یا بذریعہ تحریر و تصویر' بہرصورت الزام تراشی کرنے والے کو چار گواہوں کے ساتھ ثبوت پیش کرنا ہوگا ورنہ ''حدِ قذف'' کے تحت ۸۰ کوڑوں کی سزا بھگتنا ہوگی۔ اس طرح اشاعت فحش کے تمام وسائل و ذرائع کا سدّ باب کرنا بھی اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ مسلم معاشرے کے اندر دوسروں کی عزت سے کھیلنا کوئی تماشا نہیں جسے تفریح طبع کے لیے ڈرامائی اور رومانوی شکل

دی جائے بلکہ اللہ کے نزدیک یہ جرم عظیم ہے۔ اس لیے ریاست کی قوتِ قاہرہ سے اس کو روکنا ضروری ہے۔ اسلامی تاریخ میں ہتک عزت کی ایسی سزاؤں کے نظائر اور شواہد موجود ہیں (ملاحظہ ہو البدایة والنھایة' حافظ ابن کثیر' ج ۴' ص ۸۱-۸۲)۔ قرآن نے اسلامی معاشرے میں اشاعت فحش کے ذمہ داروں کی ان الفاظ میں تنبیہ کی: اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ لا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ط (النور ۲۴:۱۹) ''جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں''۔ یہ آیت میڈیا پالیسی کے خدوخال کا تعین کرتی ہے۔

پروپیگنڈے کا توڑ

واقعہ افک اسلامی تمدن میں قوانین اور ضوابط میں اضافے کا موجب بن گیا۔ معاشرتی زندگی' قذف' لعان' اشاعت فحش کے قوانین کے علاوہ پروپیگنڈے کے توڑ کے لیے حکمت عملی بتائی گئی تاکہ دشمن کا شر مسلمانوں کے لیے خیر ثابت ہو جائے۔

شریعت اسلامی کفار اور منافقین کے پروپیگنڈے کے ردعمل میں معاشرتی رویے اور اسلامی مملکت کے شہریوں کے جرائم پر عمومی قابل تنفیذ احکام میں واضح تفریق کرتی ہے۔ سورہ یونس میں ارشاد ہوا: فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ○ (یونس ۱۰:۱۱) ''ہم ان لوگوں کو جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے' اُن کی سرکشی میں بھٹکنے کے لیے چھوٹ دے دیتے ہیں''۔ دوسری جگہ پر حضورؐ کو حکم ہوا: وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اَذًی کَثِیْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (اٰل عمرٰن ۳:۱۸۶) ''تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے' اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے''۔ یہ بھی فرمایا گیا: فَمَھِّلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْھِلْھُمْ رُوَیْدًا ○ (الطارق ۸۶:۱۷) ''پس چھوڑ دو اے نبیؐ، ان کافروں کو اک ذرا کی ذرا ان کے حال پر چھوڑ دو''۔ یعنی کفر و نفاق کے پیروکاروں کو فوری سزا دلوا کر اسلام اُن کی اخروی سزا میں کمی نہیں کرنا چاہتا بلکہ اُن کو ڈھیل دینا چاہتا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت حسانؓ بن ثابت' حضرت حمنہؓ بنت جحش اور حضرت مسطحؓ بن اثاثہ کو باضابطہ قذف کی سزائیں دی گئیں اور زید بن رفاعہ اور رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کو حضورؐ نے کوئی سزا نہیں دی۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کو جذباتی ہونے سے روک دیا گیا۔ حضورؐ کی اس حکمت عملی کا یہ نتیجہ نکلا کہ عبداللہ بن اُبی اپنے معاشرے میں نکو بن کر رہ گیا اور اس کی عزت خاک میں مل گئی۔ یہاں تک خود اس کے اپنے ساتھی اس سے نفرت کرنے لگے۔ تب حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا: اے عمرؓ! کیا خیال ہے؟ دیکھو واللہ! اگر تم نے اس شخص کو

اُس دن قتل کر دیا ہوتا جس دن تم نے مجھ سے اسے قتل کرنے کی بات کہی تھی تو اس کے بہت سے ہمدرد اُٹھ کھڑے ہوتے لیکن آج انھی ہمدردوں کو اس کے قتل کا حکم دیا جائے تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: واللہ! میری سمجھ میں خوب آ گیا ہے کہ رسولؐ اللہ کا معاملہ میرے معاملے سے زیادہ بابرکت ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ' ج ۲' ص ۲۹۳۔ الرحیق المختوم' ص ۵۴۳)

پروپیگنڈے کے توڑ کے لیے یہ حضورؐ کی حکمت عملی تھی کہ آپؐ کی قیادت میں اہل ایمان نے منافقین کے پروپیگنڈے اور توہین آمیز افواہوں کا جواب نہایت باوقار اور اخلاقی معیار کے عین مطابق دے کر دنیا کے سامنے اپنا وہ تاثر برقرار رکھا جو ایک بھلائی کی دعوت دینے والی خیر امت کا ہونا چاہیے۔ ایک قلیل تعداد کی معمولی فروگذاشت پر اللہ نے بروقت ہدایات دے کر اس طرح کے واقعات میں آیندہ نسلوں کے لیے صاف اور شفاف شاہراہ کی نشان دہی کی اور ان واقعات کا تفصیل سے قرآن میں اندراج کر کے تاقیامت یہ حجت قائم کر دی کہ آنحضورؐ کے نام لیوا نفسیاتی جنگ کے مقابلے میں بھی یہ رویہ اختیار کریں جو اللہ کو مطلوب اور رسولؐ کو محبوب تھا۔ کیونکہ جھوٹے اور گمراہ کن الزامات اور بہتان تراشی کے جواب میں شریفانہ اور باوقار ردّعمل جہاں افواہوں کا نشانہ بننے والی قوم یا جتھے کی اعلیٰ اخلاقی صفات کا مظہر ہوتا ہے وہاں مخالفین اور افواہ سازوں (propagendists) کے گرتے ہوئے اخلاقی معیار جانچنے کا پیمانہ بھی ہے۔ اگر دشمنوں کے پروپیگنڈے کی اس نہج کا تقابل حضورؐ کے اس منہج سے کیا جائے جو آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنایا اور مکّہ کے اردگرد پہاڑیوں پر آدھی رات کو ۱۰ ہزار سے زائد آگ کے الاؤ جلا کر دشمنوں کو نفسیاتی طور پر مرعوب کر دیا تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ باوقار اُمت کی نفسیاتی جنگ کے اصول کتنے معیاری' نرالے اور مدبرانہ ہوتے ہیں--- کیا پیروی کے لیے ہمارے لیے اسوۂ رسولؐ کافی نہیں!

سرد جنگ پالیسی کا ادراک

چونکہ پروپیگنڈا اپنے وسیع تر مفہوم میں سرد جنگ کی سیاست کا احاطہ کرتا ہے اس لیے post cold war era میں مغرب کی بدلتی پالیسیوں کا ادراک مسلم ذرائع ابلاغ کے لیے ضروری ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر سموئیل ہنٹنگٹن لکھتے ہیں: ''سرد جنگ کے خاتمے کے بعد ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کا مقصدِ اولین' مغرب مخالف معاشروں میں بڑھتی ہوئی فوجی صلاحیت کو روکنا ہے...... اس کام کی انجام دہی کی کوشش مغرب' بین الاقوامی معاہدوں' معاشی دباؤ اور ٹکنالوجی کی منتقلی کو روک کر کرتا ہے'' (The clash of civilizations, p 49)۔ اس ضمن میں قرآن کی ہدایت یہ ہے کہ ''تم دشمن کے مقابلے میں جتنا تمھارا بس چلے طاقت مہیا رکھو''۔ اور حصول قوت کا مقصد یہ بیان کیا گیا کہ ''تم اس کے ذریعے اللہ کے دشمنوں اور اپنے

دشمنوں کو ڈراؤ اور اُن مخفی طاقتوں کو بھی جن کو تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے''۔ چونکہ نفسیاتی جنگوں میں خفیہ اداروں کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے لہٰذا ذرائع ابلاغ کو بالادست طاقتوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہونے کے بجائے اپنے اپنے دائرہ کار میں معاشی اور دفاعی طاقت اور ٹکنالوجی کے حصول کی ضرورتوں کو اسلامی دنیا کے میڈیا میں اُجاگر کرنا چاہیے۔ امام قرطبیؒ نے سورۃ انفال کی چھٹی آیت میں استعمال ہونے والے لفظ ترھبون کا ترجمہ تخیفون کیا ہے یعنی مسلمانوں کو اُن کے بقول مرعوب ہونے کے بجائے طاقت کا رعب جمانا چاہیے اور آخرین من دونھم (ان کے علاوہ دوسرے) سے مراد انھوں نے فارس اور رُوم لیا ہے جو کہ وقت کی سپر طاقتیں تھیں (الجامع لاحکام القرآن' ج ۸' ص ۳۸۔ تشریح سورہ انفال)۔ قرآن کی یہ ہدایت دو مستحکم عالمی طاقتوں کے مقابلے میں اُبھرنے والی اسلامی طاقت کو دی گئی تھی تاکہ deterence قائم رہے۔

عهد حاضر کے تقاضے

چونکہ پروپیگنڈا زمانہ امن میں بھی ہوتا ہے اور زمانہ جنگ میں بھی۔ زمانہ جنگ میں افواہ سازی اور پروپیگنڈا اپنے پورے عروج پر ہوتا ہے۔ اس لیے ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے تاکہ پروپیگنڈے سے خوف و ہراس نہ پھیلے اور دشمن اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہو۔ ایسے مواقع پر ذرائع ابلاغ کیا کردار ادا کریں؟ اُس کی وضاحت قرآن کریم میں یوں کی گئی:

> وَاِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (النساء ۴:۸۳)
>
> جب بھی اُن کے پاس امن یا جنگ کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو یہ اُس کو فوراً نشر کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اُس کو رسول کی طرف یا اپنے میں سے اولی الامر کی طرف لوٹا دیتے تو اُن میں سے جو بھی لوگ اس (خبر) کی تحقیق کر سکتے ہیں وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے اور اگر تم لوگوں پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اُس کی رحمت شاملِ حال نہ ہوتی تو تم بھی شیطان کے پیچھے چل پڑتے سوائے چند لوگوں کے۔

یہ آیت منافقین کی شرارتوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو افواہیں پھیلا کر معاشرے میں خوف و ہراس پیدا کرتے تھے۔ اس آیت سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ افواہیں پھیلانا شیطانی کام ہے اور منافقین کی نشانی ہے (تفہیم المسائل' مولانا گوہر رحمٰن' ج ۱' ص ۴۲۶' مکتبہ تفہیم القرآن' مردان)۔ لہٰذا ذرائع ابلاغ کے نمایندوں اور میڈیا مینیجرز کے لیے ضروری ہے کہ وہ خبر اور افواہ یعنی news

اور disinformation میں تمیز کریں اور اس کام کی خاطر کوئی مخصوص ادارہ یا سیکشن قائم کریں جو تحقیق و تجزیے کا ذمہ دار ہو اور وہ خبر کی حقیقت معلوم کرے۔ ایسے تجزیاتی اور تحقیقی ادارے (research & analysis wing) زمانہ جنگ میں خصوصی طور پر فعال ہونے چاہییں۔ خبر چاہے جنگ چھڑنے سے متعلق ہو یا جنگ بندی سے' بہرحال دُور رس اثرات کی حامل ہوتی ہے۔ لہٰذا محض مالی مفاد کی خاطر دوسرے اخبار یا نشریاتی اداروں سے مسابقت کی خاطر افواہوں کی سرخی جمانا' یا بلاتحقیق خبر نشر کر دینا کوئی قابل تحسین عمل نہیں ہے۔ اس طرح کی جلد بازی شیطان کے اتباع کے مترادف ہے جو اپنی فطرت میں شر پسند اور شر انگیز واقع ہوا ہے۔

دشمن کا پروپیگنڈا اسٹرے ٹیجک مقاصد کے لیے ہو' یا ڈپلومیٹک' یا پھر کسی لیڈر یا سپہ سالار کی ہتک عزت کے لیے افواہ اڑائی جا رہی ہو' حالات کا اور خبروں کا معروضی اور ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا ذمہ دارانہ ابلاغ کے لیے ضروری ہے۔ اس میں نظریے کی integrety بھی ہوتی ہے اور ملک و قوم کے جائز مفادات کا خیال بھی۔ اپنی جامع معنویت کے اعتبار سے سورہ النساء کی اس آیت میں اولی الامر سے مراد ہر وہ ذمّہ دار شخص ہے جو سول یا فوجی حکام میں سے ہو' کسی نیوز ایجنسی یا نشریاتی ادارے کا کرتا دھرتا ہو' یا مقننہ' انتظامیہ اور عدلیہ کا کوئی ذمّہ دار شخص ہو جس کے ادارے کے متعلق ایسی اطلاع بہم پہنچائی جائے جو dis-information یا افواہ اور پروپیگنڈے کے غلبے کے سبب عوام الناس کے لیے باعث پریشانی بن سکتی ہو۔ ڈس انفارمیشن کی نفسیات کے عنوان سے ابلاغ عام کے مصنف لکھتے ہیں: ''بعض اوقات افواہیں حکومت کے لیے دردسر بن جاتی ہیں اور ان سے ملک و قوم کا نقصان بھی ہوتا ہے۔ خصوصاً جنگ اور قومی ابتلا کے زمانے میں افواہوں سے نمٹنا اہم مسئلہ بن جاتا ہے''۔

ذرائع ابلاغ کی حیثیت چونکہ امیج بلڈرز کی سی ہوتی ہے۔ اپنے صدق و عدل سے رائے عامہ کو متاثر کر کے وہ معاشرے کی مثبت رہنمائی کر کے اُس کو معروف یعنی the best کی طرف موڑ سکتے ہیں اور منکر یعنی the worst سے بچا بھی سکتے ہیں۔ اس کے برعکس منفی پروپیگنڈا کر کے وہ معاشرے کو ''خیر'' اور ''بہترین'' کے بجائے بدترین نتائج سے بھی دوچار کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ''اطلاع'' یعنی information وہ قوت ہے جو فائدہ بھی دے سکتی ہے اور نقصان بھی۔ میڈیا دراصل فروغِ ابلاغ اور ترسیل اطلاع کا موثر ذریعہ ہے جس میں نت نئی ٹکنالوجی اور جدت آنے سے دنیا کی طنابیں کھچ گئی ہیں اور عالمی بستی کا تصور عمل کے قالب میں ڈھل چکا ہے۔ اس لیے مسلم ممالک کے ذرائع ابلاغ کا کردار نہایت ذمّہ دارانہ' مثبت اور قرآن و سنت کی ہدایات کے عین مطابق ہونا چاہیے تاکہ دشمن کے شر انگیز پروپیگنڈے کو ''خیر'' سے بدلا جا سکے۔